اظہار
IZHAAR

Vol: 2 Edition:2 May 2011 Pages:8 Dept. of Mass Comm & Journalism, MANUU

جلد:۲ شمارہ:۲ مئی 2011 صفحات:۸ شعبۂ ترسیل عامہ وصحافت، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

اندرونی صفحات پر

- وی ایکس کی صحافت
- اردو صحافت میں موجودہ رجحانات
- انٹرنیٹی صحافت: ماضی کی اہم شہرت۔ عزیز بلخی
- اردو اخبار تلگی سکلرز اور کی طلبہ اور ہے۔ اسکے کیونکہ تلگی بکھر
- اردو صحافت: مقابلہ۔ اکبر الہ آبادی
- صحافت: افاضل حسین پروین کا کیمرہ بائیل کی زندگی
- یونیورسٹی طلبا اور سائکل سواری
- اردو یونیورسٹی کے طلباء میں انگریزی زبان کی اہمیت و تحمل
- حیدرآباد کی اردو صحافت۔ ایک نظر
- اردو اخبار اور انگریزی ایک مقابلہ
- 3 Idiots ایک تنقیدی جائزہ
- یونیورسٹی کی سرگرمیوں۔ تصاویر میں

پروفیسر محمد میاں ـــــــ اور مانو کی امیدیں

شہیل نظام الدین

پروفیسر محمد میاں اعلیٰ درجہ کے ماہر تعلیم اور ماہر تعلیمی منتظم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جنہوں نے ہنر سیکھا تعلیم کی تکمیل میں ایک غیر فانی کردار ادا کیا ہے۔ شروع سے ہی اعلیٰ و معیاری تعلیم کی حیثیت سے تعلیم کیے جاتے رہے ہیں اور انہوں نے تعلیم کے مختلف شعبوں میں اپنی صلاحیتوں اور استعداد کا لوہا منوایا ہے۔ میدانی تعلیم میں ان کی دوراندیشی اور بصیرت کی سے اچھی طرح واقف ہے۔ کام کا تکنیکی انداز اور ان کی رائے اور مشوروں کو اپنے باعث اعزاز تصور کرتے رہے ہیں۔

پروفیسر محمد میاں مشرقی گجرات کے علاقہ ہرلی، ماہی، ادب اور اسلام کے علم کا اعلیٰ ولولے کے ساتھ ساتھ مصری علوم سائنس اور ٹکنالوجی سے بہرہ ور ہونے کے حامی ہیں اور انہوں نے جو ہندوستان کی ساری تعلیمی اور گورنمنٹ کی ان تمام شعبوں میں ملک کو آگے بڑھانے کا عزم مصمم کیا ہے۔

تعلیمی خدمات کی وجہ سے ملک بھر میں اپنی شہرت کا قائم کر چکے پروفیسر محمد میاں آنے والی نسلوں کے لیے ایک مثال رہیں گے۔ اہم بات یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ تعلیم کے کس شعبہ میں اصلاحات کر کے ترقی کے مراحل طے کیے جا سکتے ہیں، انہیں اعلیٰ صلاحیتوں کی بنا پر پروفیسر محمد میاں کا مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے تیسرے وائس چانسلر کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا ہے۔

اردو یونیورسٹی اس اعتبار سے خوش قسمت رہی ہے کہ اسے ایسے وائس چانسلر کے طور پر پروفیسر محمد میاں جیسا جید، تعلیمی مدبر، مفکر اور شخصیت کی سرپرستی حاصل ہوئی ہے۔ پروفیسر نے اہم پلان کی جو کہ یونیورسٹی کے مقاصد کے تحت ہیں اس قدر محسوس کے ساتھ تنگ آمدی کی کہ اردو یونیورسٹی تعلیمی حلقوں میں تیزی اور تازگی کی ایک محسوس مثال بن گئی ہے۔ اب اردو یونیورسٹی کا نام کہ کر مشکل اور تعلیم پروفیسر محمد میاں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہی اس یونیورسٹی کے ذمہ ہیں۔ دیکھنا ہے کہ یہ ادارہ اردو یونیورسٹی کو شعر اور معیار تعلیم کی کس بلندی تک لے جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ایک خواب کا اظہار کر دیا ہے۔ "میں دارالعلم کے اسلوب کی تشکیل کے ساتھ کی سے اور طلب کو تعلیم کرنا چاہتا ہے، مجھے تعلیم ہے کہ اردو یونیورسٹی اپنے مقاصد کے حصول کی سمت اپنا سفر پہلے سے اور تیز کے ساتھ جاری رکھے گی، میں چاہتا ہوں کہ اس کا ایک ایسا ماڈل قائم کیا جائے جو اسے کے لیے تعلیمی معیار اور ضرورت ہے"۔

یہ بات ظاہر ہے کہ تیسرے آدمی کے اعتراف واقعی بڑے ہوتے ہیں، انہیں اعتراف کو حاصل کر لے، دوسرے پھر اپنی قربانیاں دینے کو تیار رہتا ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے زمین و آسمان کی فکر نہیں کرتا ہے، ویسے ہی اردو یونیورسٹی کے پروفیسر محمد میاں سے بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔

پروفیسر محمد میاں کے بقول:

پروفیسر محمد میاں جو ملک کی مشہور تعلیمی ہستی کا مرکز ہیں

یونیورسٹی کے ساتھ میں اس قدر محسوس کے ساتھ تنگ آمدی کی کہ اردو یونیورسٹی تعلیمی حلقوں میں تیزی اور تازگی کی ایک محسوس مثال بن گئی ہے۔ اب اردو یونیورسٹی کا نام کہ کر مشکل اور تعلیم پروفیسر محمد میاں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہی اس یونیورسٹی کے ذمہ ہیں۔ دیکھنا ہے کہ یہ ادارہ اردو یونیورسٹی کو شعر اور معیار تعلیم کی کس بلندی تک لے جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ایک خواب کا اظہار کر دیا ہے۔ "میں دارالعلم کے اسلوب کی تشکیل کے ساتھ کی سے اور طلب کو تعلیم کرنا چاہتا ہے، مجھے تعلیم ہے کہ اردو یونیورسٹی اپنے مقاصد کے حصول کی سمت اپنا سفر پہلے سے اور تیز کے ساتھ جاری رکھے گی، میں چاہتا ہوں کہ اس کا ایک ایسا ماڈل قائم کیا جائے جو اسے کے لیے تعلیمی معیار اور ضرورت ہے"۔

یہ بات ظاہر ہے کہ تیسرے آدمی کے اعتراف واقعی بڑے ہوتے ہیں، انہیں اعتراف کو حاصل کر لے، دوسرے پھر اپنی قربانیاں دینے کو تیار رہتا ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے زمین و آسمان کی فکر نہیں کرتا ہے، ویسے ہی اردو یونیورسٹی کے پروفیسر محمد میاں سے بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔

پروفیسر محمد میاں کے بقول:

ہی ہے جو ترقی ہوتی ہے۔ کلاس ہی استاد ہوتے ہیں

1973 میں انگلینڈ گئے اور وہیں پر ایڈوانس کورسز کا آغاز کیا۔ 1977 میں فرسٹ 1980 میں ایسوسی ایٹ پروفیسر بنے۔ پروفیسر محمد میاں نے اکتوبر 1980 سے 1981 تک لیکچرر کے طور پر کام کیا۔ 1981 میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں 1987 میں ملیہ تعلیم میں پروفیسر مقرر کیے گئے۔ ان کی خدمات جامعہ ملیہ اسلامیہ پر اور اکادمی کی تشکیل اور یونیورسٹی تشکیل کی گئی جہاں انہوں نے 1998 سے 2002 تک اکادمی کے ڈی پی ای کی حیثیت سے کام کیا۔ پروفیسر محمد میاں اکتوبر 2002 کو جامعہ ملیہ کے شعبہ مطالعات تعلیم میں پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اس جامعہ میں کئی اہم خدمات انجام دیں۔ 1981 میں جامعہ ملیہ کے ایڈوانس کورسز کا آغاز کیا۔ 1987 میں ملیہ تعلیم میں پروفیسر مقرر کیے گئے۔ ان کی خدمات جامعہ ملیہ اسلامیہ پر اور اکادمی کی تشکیل اور یونیورسٹی تشکیل کی گئی جہاں انہوں نے 1998 سے 2002 تک اکادمی کے ڈی پی ای کی حیثیت سے کام کیا۔ پروفیسر محمد میاں اکتوبر 2002 کو جامعہ ملیہ کے شعبہ مطالعات تعلیم میں پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اس جامعہ میں

ڈین تعلیم سے واپس ہوئے اور مشیر اعلیٰ تعلیم ایڈوانس کورسز کا آغاز کیا۔ اور دسمبر 2006 تک جاری رہا۔ 2006 اکتوبر کے ایسوسی ایٹ ڈین اور میڈیا ایم اسٹاف اور جامعہ ملیہ کے ڈائرکٹر رہے ہیں۔

پروفیسر محمد میاں کو اعلیٰ تعلیم، تعلیمی نظم و نسق اور تعلیمی تحقیق کے شعبوں میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل اور ایم فل جیسے کورسز پڑھا چکے ہیں۔ وہ تعلیم کے شعبہ میں تقریباً 30 پی ایچ ڈی طلباء کی رہنمائی کر چکے ہیں۔ ان کے کئی مقالے اور مضامین قومی و بین الاقوامی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر محمد میاں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ موصوف نے اساتذہ کی تعلیم کے لیے این سی ٹی ای کے تعاون سے ایک تحقیقی پروجیکٹ پر کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک ورکشاپ کے انعقاد کی ذمہ داری بھی انہوں نے ہی انجام دی ہے۔

پروفیسر محمد میاں کا تصور ترقی:

پروفیسر محمد میاں نے اردو اکیڈمی اور اسمبلی کا تجربہ حاصل کرتے ہوئے یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیا ہے اور تصور ترقی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "مجھے یونیورسٹی کی ترقی کے متعلق بتایا گیا لیکن میں کہوں گا کہ کسی بھی ادارے کی کوئی ترقی تصور اور خیال کی نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہوتے ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے بعد ایک اور نیا وقت ہمارے لیے تیار ہوتا ہے۔ ترقی ایک مسلسل اور ارتقائی عمل کا نام ہے"۔ انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی میں کام کرنے والا ہر فرد میرا ساتھی ہے۔ ہم تم سب کی دلچسپیاں یونیورسٹی سے جڑی ہوئی ہیں۔ وائس چانسلر بھی یونیورسٹی کی نہیں چلا سکتا۔ اس کے لیے تمام ورکرز کو ساتھ ساتھ کام کرنا ہوگا۔ کسی اہم اجتماعی عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی جو جاہد آزادی اور ہندوستان کے اردو کے ہیرو مولانا آزاد کے نام سے منسوب ہے اپنی بنیاد سے ہی ترقی کر رہی ہے لیکن اس بنیادی اور اہم یونیورسٹی کی بنا پر یوں تک یونیورسٹی کی تکمیل میں شہرت کی بلند اور وائس چانسلر کے سربراہ ہیں۔ بنیادی دور میں یونیورسٹی نے اردو زبان کے ترقی کے لیے یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی کوششیں کی ہیں۔ اب تک اردو یونیورسٹی کے تمام سابق وائس چانسلر حضرات کی کوششیں اور محنت کی بنا پر یونیورسٹی کے ساتھ موجود ہے۔ اس صورت حال سے واقف بھی ہیں کہ مولانا آزاد اردو یونیورسٹی کے ساتھ نسبت اس بات کی متقاضی ہے کہ مولانا کے افکار و نظریات اور تعلیمی خدمات کو عام کرنے کے لیے اردو یونیورسٹی میں اور انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم مولانا آزاد کے لیے ایک ایسا ماڈل ہے۔ پروفیسر محمد میاں اور اردو یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ اردو کے لیے ایک ایسا ماڈل ہے۔ پروفیسر محمد میاں اور اردو یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ اردو کے لیے ایک ایسا ماڈل ہے۔

ہر شعبہ میں قابل اور محنتی افراد کی قدر: خان لطیف محمد خاں

اچھا صحافی بننے کیلئے مطالعہ، مشاہدہ اور جذبہ خدمت خلق ضروری۔ شعبہ جرنلزم مانو کے طلبا سے خطاب

حیدرآباد۔ 19 مارچ (اظہار) اچھا مطالعہ، تحقیق، مشاہدہ اور جذبہ خدمت خلق اور عوام کو زیادہ سے زیادہ معلومات کی فراہمی تعلیم یافتہ لوگوں کی غالب طلبہ علم میں بس تو وہ ایک کامیاب صحافی بن سکتا ہے اور یہاں تک وہ صحافت کا حاصل ہے ایک مقدس اور بڑی ذمہ داری کا بوجھ ہے کیونکہ اخبار اور ٹی وی جیسے عوامی رائے بنانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قلم کو تلوار سے تیز قرار دیا گیا ہے اور یہ تلخیص بھی ہے۔ ان خیالات کا اظہار ایڈیٹر انچیف منصف جناب خان لطیف محمد خان نے جرنلزم منصف میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے جرنلزم کے طلباء و طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ ان طلبا نے آج مطالعاتی معائنہ کیا۔ ایڈیٹر انچیف منصف نے ان طلباء سے ایک خوشگوار ماحول کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خلقت صحافت کی پاسداری اور مقصد کے حصول کا خواہش ایسے اہم موضوعات ہیں جو انسان کو کامیابی کی بلندیوں پر پہنچا دیتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اردو میڈیم کے طلباء کو کسی بھی قسم کی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور اگر کوئی صحافت کرنا ہے تو اسے صلاح ضرور ہے۔ اگر طلباء اردو کے ساتھ انگریزی زبان اور گفتگو زبان پر بھی توجہ دیں تو یہ ان کے لئے روشن مستقبل کا ضامن ہوگا۔ دیکھنے کی آج اپنا سفر کر چکے ہے گاؤں میں تبدیلی ہوگئی فاصلے مٹ گئے ہیں، دوریاں ختم ہو گئی ہیں۔ ہوا اپنا کام کی ہے ہمیں ہر طرح کی مصیبتوں اور آزمائشوں سے مقابلہ کرتے ہوئے ہر حال میں کامیابی حاصل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اور ایک طالب علم کے طلباء طالبات کے ساتھ تفصیلی تبادلہ خیال کرتے ہوئے خان لطیف محمد خان نے یہ بھی کہا کہ مختلف پیشوں کرنے والے طلبا بے ایمانی کے ارتکاب سے احتیاط برتنا چاہیے۔ ساتھ ہی ایک صحافی کو رنگ نسل، ذات پات اور مذہب سے

شعبۂ ترسیل عامہ وصحافت کے طلبہ خان لطیف خان کے ہمراہ گروپ فوٹو دیتے ہوئے۔

شعبۂ ترسیل عامہ وصحافت کے طلبہ کے لئے خوشخبری

جرنلزم کورس
کا مختصر تعارف

ایک ایسے ماحول میں جب میڈیا کے انتخاب کیلئے میڈیا کورس کا انتخاب مشکل ہو رہا ہے ہمارا جرنلزم اینڈ میس کمیونیکیشن کے پوسٹ گریجویشن کورس میں داخلہ لیکر آپ پرنٹ میڈیا (اخبار، میگزین، ریکارڈ) الیکٹرانک میڈیا (ریڈیو، ٹیلی ویژن، ویڈیو پروڈکشن کے علاوہ ویڈیو ڈاکیومنٹری، شارٹ فلم اور پبلک ریلیشن کے میدان میں باآسانی روزگار حاصل کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا شعبہ ترسیل عامہ اینڈ جرنلزم سے رجوع کر کے آپ کے لئے یہ جدید کورسز ثابت ہو سکتے ہیں۔

- اگر آپ نے (45%) مارکس کے ساتھ کسی بھی مضمون میں گریجویشن پاس کیا ہو۔
- اگر آپ نے انٹرمیڈیٹ کی سطح پر اردو، انگریزی یا اردو، انگریزی زبان پڑھی ہو تب آپ جرنلزم کے کورس میں داخلہ لینے کے اہل ہیں۔ ● جرنلزم میں داخلہ لینے والے تمام طلباء کو ماہانہ ایک ہزار روپے کی وظیفہ شخصی کی سہولت ہے۔ ● غیر مسلم طلباء کیلئے فیس اور بس میں بھی خراج کیا جاتا ہے۔

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں

محمد صفیہ علی سروری ایڈوائزر صحافت آف ماس کمیونیکیشن اینڈ جرنلزم
MCJ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی بولی، حیدرآباد۔
موبائل نمبر: 9848023752 فون نمبر: 23008423
ای میل: samaad828@yahoo.com ویب سائٹ: www.manuu.ac.in

اظہار
شعبۂ ترسیل و ماسٹر صحافت سوداؔ آزاد کالج، اردو یونیورسٹی حیدرآباد

وکی لیکس کی صحافت

زندگی سے دور اور کبھی بھی اور کہیں بھی کوئی نہ ہو اور آفاقی صحافت تصور پایا نہیں جا سکتا۔ صحافت جدلی زندگی کی پرچھائی ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی میڈیا سے ہو۔ صحافت نے ہر دور کے سوکھے بلکہ بے ذہنی کی صداقت کا کام کیا ہے جو تمکین اس کے برخلاف دل کے آنگن میں سوچ اور ذہن کی اس صحافت کا حصہ ہے۔ صحافت نے جدلی زندگی کے ہر لمحہ میں حوصلہ اور سہارا دیا ہے اور زندگی کے جنگ میں ہمارا دوست کا سینہ تھی۔ صحافت نے ہر دور میں آہنگ پیدا کیا ہے اور ہمیں انقلابی جدلی کے موقع کا احساس دیا ہے۔ صحافت کے متعدد پیرایے کا ارتقا ہوا ہے۔ ''وکی لیکس'' انٹرنیٹ کی ایک ''جدید'' سائٹ ہے جو ایک ایسا نام ہے جسے پہلے پہل ایک ایسی جگہ کو جو ہر پہلو کو بیان کر دیا۔ یہاں انقلابی جدلی میں سے کیا کہا جا سکتا ہے کہ کسی جدلی کا سامنا بند صحافت کی ایک شکل آ گئی تھی۔ یہ صحافت شاید بھی بڑھ جانے کی طرف کا عزم ہے۔ یہ جدلیات میں جدلی زندگی کا ایک مدرسہ ہے۔ جدلی صحافت کیا ہے ایک اہم سوال ہے یا کچھ اور؟ اگر تحقیق ہے جس کی ضرورت ہے۔ جدلی صحافت کا تازہ ترین ہے کہ یہ صحافت کے بارے میں کس مقام پر کھڑا کیا جہاں اب اس کا ہونا ہے یا نہیں کہ یہ صحافت ہے۔ تازہ ترین ہے۔ وکی لیکس کی صحافت جو جدلی ہے ہم نے اپنی تحقیق کی ہے۔ ہم نے اپنا تجزیہ کیا ہے۔ ہم نے اپنی چیزوں کو صاف کیا ہے جو جدلی کی تفریس معلوم ہو چکی ہے۔ ہم نے اپنی تحقیق کی

تحقیقاتی صحافت وقت کی اہم ضرورت — عزیز برنی

تصویر محسن، رپورٹ: محمد غلام الدین

8 فروری 2011ء کو شعبہ ترسیل عامہ و صحافت، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے زیر اہتمام، ریٹائرڈ جسٹس رجب علی خان کے کانفرنس ہال میں منعقد کیے گئے "تحقیقی صحافت اور اردو میڈیا" کے ذیل عنوان، ہندوستان کے نامور اور معروف صحافی اور رکن شعبہ ہذا کے گروپ ایڈیٹر جناب عزیز برنی نے اپنا خطبہ دیا۔ صدارت فرمارہے تھے ایک توسیعی لکچر دیا۔ اس پر تمام ہی صدارت پر پلیسرز کے آراکین اور اکثر طلبہ نے ملاقاتی تعلیم لی۔ بتدا محمد مصطفیٰ علی سروری، صدر شعبہ ترسیل عامہ و صحافت نے اپنا پیش ہی سا کلمہ اور شرح طریق سے کلمہ ہائی کی اور ساری تھی۔

جناب عزیز برنی نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزادی سے قبل اردو صحافت کے سامنے جو سب سے بڑا مقصد تھا وہ حصول آزادی کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا آزاد کے "الہلال" اور "البلاغ" کے اداریے آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اس وقت قوم کا سب سے بڑا امر یہ تھا۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ یہی اردو صحافت کا وہ کمال تھا جس نے ملک کو آزادی سے ہمکنار کیا لیکن ہم آج کی صحافتی ضرورتوں کا جائزہ لیں تو ہم سوال ہمارے سامنے ہیں ان میں تقسیم ہند کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔ جناب عزیز برنی نے ملک دے آپ تحقیقاتی صحافت کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

دوران تقریر عزیز برنی نے میڈیا کے طلبا کو بطور نصیحت اس بات پر زور دیا کہ آپ نے جس جنون صحافت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہے اس نے جان پر جوکھم کا استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے صحافت کے پیشے کو پیشہ اور دوسرے نہ کہا۔ صحافت ایک پیشہ نہیں ہے ایک پروفیشن نہیں ہے بلکہ ایک مقصد ہے۔ جس مقصد کو سامنے رکھ کر مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا آزاد، محسن اعظم گھیلیوں نے اس آزادی سے اسکو کر دیا۔ آج آزاد ہندوستان کو کسی ہی صحافت کی ضرورت ہے، اس ہمارے لیے سنگ میل ہے۔

شعبہ ترسیل عامہ کے طلبا عزیز برنی گروپ ایڈیٹر کے ہمراہ ویڈیو دیتے ہوئے۔

ہندوستان کی تقسیم کی وجہ صرف دو قومی نظریہ نہیں تھی بلکہ تقسیم کی وجہ سیاست تھی، ایک سے زیادہ لوگ ملک پر حکومت کے خواہشمند تھے اور تقسیم کی بنیاد زمین کے ٹکڑے کرنی تھی اور زمین پر رہنے والوں کے ٹکڑے کرنے تھے تاکہ اقتدار کے خواہشمند اور طلبگار لوگوں کو اپنے اپنے مقاصد کے حصول کی زمین مل جائیں۔ محمد علی جناح کو پاکستان ملا اور پنڈت جواہر لال نہرو کو ہندوستان ملا۔

دوسرا جو ملک کی زبان تھی، اس سے چھین لی گئی اور اسے ملک کی پالیسی سازشوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا گیا۔

انہوں نے انگلیا کی تعلیم و تربیت دو کا دارالعلوم، ریڈ بنگ کی ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بی ایچ یو، علیگڑھ کی اس تعلیمی ترقی پسند طالبعلم اس وقت اس کی تعلیمی ادارے میں جہاں وہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کشمیر کے متعلق سے حکومت کی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستانی حکومت پاکستان کا جھوٹ ہے کہ "کشمیر ہمارا ہے" اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر حکومت اور ملک کے عوام "کشمیری ہمارا ہے" کا نعرہ لگائیں تو مسئلہ حل بہت جلد طے ہو جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم تو ہمیں ملک کی حفاظت اور دشمنوں سے لڑنے کیلئے بنائی گئی تھی وہاں انہیں کشمیری شہریوں کو اپنا دشمن بنا رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ جیسا آبادی تو جو محمد علیم کی مثال زندگی کو اپنا لیں جس نے اپنے حسن اخلاق اور کردار سے ایسا تہذیب مسلم قوم کو بھی اقبال جوم کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم ایسے موضوعات پر بھی پر اردو صحافت میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

جناب عزیز برنی نے اس مفصل سوانح، دلیل اور معلوماتی لکچر کو یونیورسٹی کے معروف میڈیا کے طلبا بلکہ پلیسرز نے بھی پوری دلچسپی اور انہماک کے ساتھ سماعت کیا۔ جناب موصوف کی تقریر میں جو بوجل اور سوال کا اجراء تھی، سماعت کے دوران یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہال میں پن کا سکتہ طاری ہو گیا ہے۔

آخر میں پروفیسر کے ایک اقبال نے اپنے صدارتی خطبے میں مزید برنی کی صحافتی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ موصوف کی ذات گرامی کھل ایک اتنا بلند پایہ ہے۔ انہوں نے خوبصورت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عزیز برنی دو صرف ایک صحافی بلکہ عالمانہ سوچ و فکر کی حامل شخصیت ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ تقریر کے دوران یہ محسوس ہوا تھا کہ جیسے کے خطبہ کے تحت ایک خطبہ سماعت کر رہا ہوں۔ جناب عزیز برنی کے اجتماعی معلومات آخری لکچر نے متاثر ہوا اس طرح کے پہلے مقرر کو سماعت کرنے کے بعد مسرت سے شرمار ہو گئی۔ انہوں نے طلبا کی ہی کچھ اور بنا لی تھی کہ۔ اور ساتھ ہی ساتھ پریلیسرز کہ اقبال نے انہیں جیسا آپ کی تاریخی یادگار چاہیے کا موضوع پیش کیا۔

اس یادگار پروگرام میں شعبہ ترسیل عامہ و صحافت کے طلبہ و دیگر شعبہ جات کے اساتذہ طلبا اور دیگر محبہ دانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ بعد ازاں ہال کے سوالات کا سیشن بھی ہوا جس میں جناب عزیز برنی نے طلبا اور پریلیسرز کے سوالات کے مدلل جوابات دیے۔

اردو یونیورسٹی کے شعبہ ترسیل عامہ و صحافت میں فاضل حسین پرویز کا لکچر

دائیں سے محمد مصطفیٰ علی سروری، عامر علی خان، ایوب علی خان، فاضل پرویز اور عابد عبید اور اساتذہ شعبہ ترسیل عامہ و صحافت

حیدرآباد۔ 29 (اسٹاف رپورٹر بیس نوٹ)۔ اردو ذریعہ تعلیم کے طلبہ میں صلاحیت کی کمی نہیں انگریزی اور مقامی زبان پر عبور حاصل کرتے ہوئے صحافت کا کوئی بھی طالب علم مستقبل میں ایک بہترین صحافی بن سکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار بطور مہمان مبارک "گواہ" کے ایڈیٹر فاضل حسین پرویز نے کیا۔ وہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے شعبہ ترسیل عامہ و صحافت میں "تحقیقی صحافت" کے موضوع پر لکچر دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ "صحافت بنیادی طور پر انگریزی صحافت" طلبہ سے خطاب کر رہے تھے۔ قبل ازیں انہوں نے صحافت کا اندھیرے سے روشنی کی طرف ایک قدم قرار دیتے ہوئے اس کے نقائص اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے کہا کہ کمیت کو کوئی دیا نہیں سکتا موجودہ دور میں ترقی کی راہیں بند نہیں ضرور ہے اس بات کی کہ صحافت سے وابستہ طلبا اپنی شخصیت کو نکھاریں اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے موجودہ دور کے مسائل کا سامنا کریں۔

ایڈیٹر گواہ نے مزید کہا کہ صحافی کو اپنی تحریری صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی ثقافت بنانی چاہیے۔ اپنی قوم کے تمنی وارثوں کی تلقین کرنے والے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آخر میں فاضل حسین پرویز صاحب نے طلبہ کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ اور کہا کہ موجودہ دور میں طلبا کو کھلا قانونی زبانوں کا سیکھنا بے حد ضروری ہے اور جو طالب علم جتنی زبانیں جانتا ہے اسکی قدر و قیمت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ شعبہ ترسیل عامہ و صحافت کے طلبا کو انہوں نے پیش عمل کی کہ وہ گواہ کے لیے لکھیں کیونکہ ان کے تجربات کے مطابق طلبا کے لیے بیحد کلیے تھے۔ قبل ازیں صدر شعبہ ترسیل عامہ و صحافت محمد مصطفیٰ علی سروری نے فاضل حسین پرویز کا خیر مقدم کیا اور تعارف پیش کیا۔

فوٹو جرنلسٹ ایم اے حق
شعبہ ترسیل عامہ و صحافت میں

"اگر آپ اچھا Photo Journalism کرنا چاہتے ہیں تو سخت مسابقت اور پیشہ کو قبول کرنے تیار رہیں۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس میں ایک لمحے کی بھی تاخیر آپ کو مطلوبہ تصویر سے محروم کر سکتی ہے" ان خیالات کا اظہار بین الاقوامی شہرت یافتہ فوٹو جرنلسٹ ایم اے حق صاحب نے کیا۔ وہ آج یہاں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے شعبہ ترسیل عامہ و صحافت کے طلبہ کے درمیان تھے۔ موصوف ایم اے حق نے بتایا کہ ایک فوٹو جرنلسٹ کا کام محض یہی نہیں ہے کہ وہ تصاویر لے گے Assignment کی تکمیل کرے بلکہ اسے چاہیے کہ فوٹو گرافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ Technically Strong اس کے پاس ایک اچھا کیمرہ ہو اور دیگر ضروری آلات موجود ہوں۔ ایک فوٹو گرافر کی تخلیقی Creativity ہونی چاہیے۔ اور انہوں نے کہا کہ مختلف Event کو دیکھنے کا Unique angle سے فوٹو کھینچنے کی کوشش کرے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ فوٹو گرافر کو غیر معمولی کام انجام دینا چاہیے۔ اور اپنی ذہانت سے کچھ مختلف اور منفرد کام کر سکتا ہے۔ Sports Event کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ مختلف کھیلوں کے مختلف قواعد و ضوابط ہوتے ہیں اگر آپ Sports Event کو Cover کرنے جا رہے ہیں تو آپ کو کھیلوں کی بنیادی معلومات ہونی چاہیے۔ انہوں نے بتایا کہ شوٹنگ کے دوران ایک فوٹو گرافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کیمرہ کا استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ انہوں نے بتایا کہ شوٹنگ کے دوران Flash Fire کے بغیر شوٹنگ کرنی چاہیے۔ اس کیلئے ہمیں کیمرہ کا استعمال کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ فوٹو گرافر کو اپنی تصویر کھینچنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فوٹو گرافر کی طرح تیز رہے اور مستعد رہے تو وہ موقع کھو دے گا۔ اخیر میں ایم اے حق صاحب نے فوٹو گرافی کے بیش بہا اور انمول گوشوں پر بھی روشنی ڈالی۔ ایم اے حق نے مزید کہا کہ ایک فوٹو جرنلسٹ کی اسے ذاتی کام جرنلسٹ سے زیادہ ہوتی ہے۔ انہوں نے آخر میں طلبہ کے سوالات کے جواب بھی دیے اور ان کی رہنمائی بھی کی۔

ایک ملاقات — پروفیسر آمنہ کشور سے

فرید احمد

ہم ۲۰۰۸ء آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے کیمپس میں تشریف لائے اور ایسا ہی طلبہ کے لیے ہیں اور خواہش طلبا کے لیے ملک کے 4 سب سے بڑا اور اہم امتحان ایک سروس کمیشن کا سول سروسز حاصل کرنے کے لیے سرکاری امداد سے ایک تربیتی پروگرام چلایا جا رہا ہے جہاں پر طلبا کو مختلف مسائل اور مقابلات کے لیے تربیت دی جاتی ہے تاکہ ان طبقات کے نوجوانوں کو ترقی کے اصل دھارے میں شامل کیا جائے۔ اور ہندوستان کی مختلف ترقی کو تکمیل بنایا جائے۔ آج ایک کوچنگ کے آغاز منظر شعبہ انگریزی کے پروفیسر آمنہ کشور سے بات کرتے ہیں۔

سوال: آپ نے اس کوچنگ کا مقصد کیا ہے؟

جواب: سرکار کا کہنا ہے کہ پچھلی دو ہزار سال طبقات کے افراد جو اپنی معاشی سرکاری ملازمتوں میں کم نظر آتے ہیں لیکن اعلیٰ سرکاری ملازمتوں اور عہدوں پر رہنے ہم کوئی دیتے ہیں۔ یہ کوچنگ ان طبقات کے افراد کی صلاحیت ابھار نہیں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اعلیٰ اور اپنی بنیاد پر شعور یا افراد اور ان کی پیشہ ورانہ اعلیٰ کی تعلیم کرنے میں کامیابی ہے۔ اریب میں ان طبقات کے طلبا و طالبات کو آگے بڑھانے کے لیے اور سماج میں مساوی حصہ داری پیدا کرنے کے لیے دہلی میں ملازمت فروغ انسانی وسائل منشاء اور یو جی سی کے ساتھ ایک میٹنگ ہوئی جس کے بعد اس کوچنگ کا قیام عمل آیا۔

سوال: کوچنگ میں کون کون سے مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور تدریس کس زبان میں ہوتی ہے؟

جواب: کوچنگ کے تمام کا خاص مقصد تعلیمی اور شعور کے طبقات کے لڑکوں اور لڑکیوں کو ترقی کے اصل دھارے میں شامل کرنا ہے۔ ہم کو زبان کی ترقی، جہاں تک مضمون کی بات ہے تو ہمارے پاس جو پیپر آتے ہیں ان کی فراہمی کے مطابق ہم نے انہیں دو مضمون دیا ہے اور مضمون اس طرح ہیں: ریک ایڈمنسٹریشن، سماجیات، جرنل، سماجیات، اینتھروپالوجی، انٹرنیشنل لا، اور انٹرنیشنل تک میں سیکولر لا اور انٹرنیشنل لا اور اسلامیات میں اردو، ہندی، انگلش اور سائنس۔

سوال: کوچنگ میں داخلے کے لیے کیا اہلیت ہونی چاہیے اور داخلے کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: کہ آپ کو معلوم ہے کہ سول سروس کے امتحان میں داخلے کے لیے کریکٹر اہل ضروری ہے، کہ پہلے میں داخلے کے لیے قومی سطح پر ایک تحریری امتحان ہوتا ہے پھر اس کے بعد کامیاب طلبا و طالبات کو انٹرویو سے گزرنا پڑتا ہے، اور اس انٹرویو کے چار دور بنائے جاتے ہیں۔

سوال: کوچنگ کرنے والے طلبا و طالبات کو کیا کیا سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں؟

جواب: کوچنگ کرنے والے طلبا و طالبات کو کتابیں پڑھنے کے لیے مضمون سے متعلق مواد مہیا کرایا جاتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ انہیں وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

سوال: طلبہ کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کہاں سے بلائے جاتے ہیں؟

جواب: ان مضامین میں ہمارے پاس ایسے لیکچرار ہیں جن میں انہیں تجربہ ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی، اور ایک ایڈمنسٹریشن، انٹرنیشنل میں ہمارے پاس اچھے اساتذہ موجود ہیں بلکہ جو یہ مضامین پڑھانے کے لیے باہر سے اچھے تجربہ یافتہ اساتذہ کو بلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بلاتے تو طلبہ و طالبات کے لیے گیسٹ لیکچر کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

سوال: اب تک کوچنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

جواب: جہاں تک اس کے نتیجے کا سوال ہے تو ابھی مقابلہ عام پریلیمنٹ ہے، ابھی ہم بچوں اور بچیوں کو اس میں لیکر چل رہے ہیں، اس کا اب تک نتیجہ تجربہ ہے۔

سوال: اسٹیل میں آپ کا کیا مقصد ہے؟

جواب: اتنی بات ہم اس وقت صرف سول سروس امتحان کی کوچنگ کروا رہے ہیں۔ آنے والے دنوں میں ہم ریلوے کلرک اور دیگر سرکاری ملازمتوں کے لیے ہونے والے مقابلہ جاتی امتحانات کی کوچنگ بھی کرائیں گے۔ اور اس کام کے لیے ایک طلبہ و طالبات کی تعمیر بھی ہو رہی ہے۔

اُردو زبان حقیقی سیکولرازم کی علمبردار ہے

تعلیم روزگار میں تحفظات مسلمانوں کا دستوری حق۔ نوجوانوں کو خوف کی صحافت سے گریز کا مشورہ۔ ایم جے اکبر کا توسیعی لیکچر

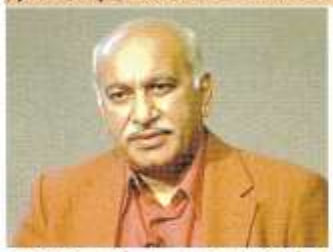

اُردو ایک شیریں زبان ہے اور اس کے اندر حقیقی سیکولرازم کا روح رواں بھی ہے۔ یہ کہنا ہے آج بھی اُردو داں طبقہ کے اندر شمول عام ہے اُردو کو اعداد میں جذبات کی سکاسی کرتی ہے اُردو محافظت کا ایک ذریعہ رہی ہے۔ اُردو زبان غریب فرد کا اظہار ہے۔ اس کے باوجود اُردو کی اہمیت میں کمی نہیں آئی۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کے شعبہ ترسیل عامہ و صحافت کے زیر اہتمام "اکیسویں صدی میں اُردو میڈیا کے تقاضے اور مواقع" کے زیر عنوان توسیعی لیکچر کے دوران معروف سوانح نگار جناب عشرت جہاں نے کہا کہ اہم ہے اکبر (ایم جے اکبر) نے ان خیالات کا اظہار کیا۔ پروفیسر کے آر اقبال اللہ اور داس پالشر نے اس پروگرام کی صدارت کی جناب اکبر نے کہا کہ اُردو کی زبان نے آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہا کہ تعلیم روزگار میں تحفظات مسلمانوں کا دستوری حق ہے۔ انہیں سماج کے دیگر پسماندہ اور محروم طبقات کی طرح تحفظات فراہم کرنا وقت کا تقاضہ ہے۔ جب تک تمام پسماندہ طبقات کو تحفظات فراہم نہ کرتی ہیں تو پھر مسلمانوں کو اس سے کیوں محروم کیا جا سکتا ہے انہیں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے قانونی لڑائی لڑیں۔ تحفظات ایک کے لیے حق ہیں تو دوسرے کے لیے زہر کیوں ہو سکتے ہیں۔ انہیں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ اگر مسلمانوں کی ترقی ہوگی تو مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی جیسے اداروں سے ہوگی کسی سیاسی قائد سے نہیں بلکہ پروفیسر اور اساتذہ سے ہی اس کی امید کی جا سکتی ہے۔ معاشرتی طلباء کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ خوف یا صرف اشرف کی صحافت نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور ان کی طرح سے کے تحفظ کی صحافت اختیار کریں۔ اس موقع پر جناب اکبر نے کہا کہ اسلام کے بے طلباء کی جانب سے چہار کردہ نصیب ہائیں (تجرباتی اظہار) "اظہار" کی رسم اور اہم اور اہم طلباء کی حوصلہ افزائی کی۔ انہیں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اگر مسلمان ترقی کے لیے دین تو انہیں ضرور ترقی ملے گی۔ ایمان کی دولت سے مالا مال مسلمانوں کو اب نہیں رہنا کہ وہ ملکوتوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں بلکہ صلاحیت کو اس بات کا تاکید کریں کہ مسلمان

تحفظات کی طرح اسی کے حقدار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کے استقبال پر جاری کا تذکرہ کا اعلان دیتے ہوئے رہا کہ کیا تحقیق میں کی جارہی ہیں بنا عجیب سوداگر یا یہ جیسی سر پکیڑا جا سکتے کہ کیا سوکی اور عربیت کو ترقی کہا جا رہا ہے انہوں نے جدید بنیادی کو تعلیم اور پیشہ قرار دیا جس میں بیاں سماجیات سیکولرازم اور بھی سماجیات شامل ہیں یہ تین تصصیات اسلامی تعلیمات کا لازمی حصہ ہیں کیونکہ سیکولرازم کی تشریح قرآن سے بہتر کہیں نہیں کی گئی۔ مرد اور عورت کے درمیان سماجیات کا بھی اسلام سے بڑھ کر کسی نے پیغام نہیں دیا۔ پروفیسر کے آر اقبال نے مہمان خصوصی کا تعارف کروایا۔ پروفیسر داس اسے اپنے اپنا جذبہ رحمدلی کے قلب سے تذکرہ فرمایا کیے۔ ایم جی بے کے خاتمہ علم عبداللہ نے اعلیٰ خوبی کلامت کا فریضہ انجام دیا۔ پروگرام کے اختتام کے بعد جناب ایم جے اکبر نے ایک ہی سے کے طلباء کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی۔ اس موقع پر جناب محمد مصطفیٰ علی سروری اسوسی ایٹ پروفیسر، جناب احتشام احمد خان اسوسی ایٹ پروفیسر جناب محمد فرید، جناب حسینی عباس رضوی اور جناب شہباز منیر (اسسٹنٹ پروفیسر) موجود تھے۔

نقطہ کا فرق، خدا سے جدا۔ عبدالغفار خطاط کا لیکچر

حیدرآباد آزاد انگلش اُردو یونیورسٹی حیدرآباد اور ماسٹر آف میڈیا اسٹڈیز کے اسٹوڈنٹس میں ایک گیسٹ لیکچر کا انعقاد ہوا۔ مہمان خطیب مشہور خطاط عبدالغفار خطاط نے فن خطاط میں گہری مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے خطاطی کے فنی اور تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کی مرجع اقوام کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اب وہ اپنی تاریخ رکھتے ہیں۔

موصوف نے اظہار کیا ہے کہ طلباء کو تحریر کی اہمیت پر اُبھارا۔ موصوف نے اس تکنیکی کے دور میں تحریر کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آج بھی تحریر کی اہمیت ہے جتنی کل تھی۔ کیبورڈ نے اس کی اہمیت کو نہیں بدلی ہے۔

انہوں نے طلباء سے کہا کہ آپ اپنی خطاطی پر اصلاح کیجیے اور لکھتے وقت اس کو اپنے قلم سے لکھتے ہیں اور اسی طرح سے خطاطی کے ذریعہ سے اظہار کی محسوس کرتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ میں بالکل صحیح جواب لکھ کر اپنی ضرورت کو پورا کیا۔ اس کو مثال دے کر بتایا کہ مضمون میں وقت مضمون ہوتا ہے اور جواب لکھتے ہیں کہ آپ جلد بازی سے کام لیتے ہیں اس جلد بازی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرف کے جوڑ کے میں اور لکھنے کے سلسلہ پر بھی جواب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس کے بعد پڑھتا آپ یوں لکھتے ہیں اس کے سر پر جو ہے جو ہے تو آپ نے شوشہ ہٹا دیا اور لکھا جلد بازی میں چھوڑ دیا تو اب جملہ کو اس کے سر پر جو جواب بالکل بدل گیا تو آپ کے سر پر ہے تحریر کے بنا سلسلہ کر لکھنے اور حرف کے جوڑ کا صحیح فائدہ۔

درمیان لیکچر انہوں نے حضرت علیؓ کے اس قول سے ثابت کیا کہ تحریر کی اہمیت کیا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ترجمہ "اعلیٰ خوبصورتی انسان کی زبان ہوتی ہے اور زبان کی ذہانت دائمی علم کی پہچان تحریر سے بھی واضح ہوتی ہے۔ یوں تو بہت سارے لوگ اور دانشور طرح طرح کے طریق بول لیتے ہیں لیکن ان کی کوشش کا پہچان تک نہیں آتی۔ آپ میں ان میں یہ واضح فرق ہے کہ آپ پڑھنے کے ساتھ لکھنا بھی جانتے ہیں لیکن وہ صرف بول سکتا ہے لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ اور آپ جب تک لکھیں گے نہیں تو آپ کو حرف کے جوڑ کی پہچان کیسے آ سکے گی۔ اگر آپ واضح طور پر لکھنا جانتے ہیں اور تحریر خوبصورت ہو تو لوگ پڑھنے والا اور دیکھنے والا پڑھنے کا سر نہیں اسی طرح خوبصورتی پڑھنے کا سر نہیں پڑھے گا۔

میڈیا میں پُرکشش کیرئیر' لیکن مقابلہ سخت

موجودہ دور میں الکٹرانک میڈیا کی چکا چوند گلیمر نے ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ صحافیانہ طلباء کی اکثریت اپنا کیریر الکٹرونک TV کو تصور کرتی ہے۔ لیکن اس چمک دمک والی صحافت میں مسابقت اور مقابلہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس میدان میں سماجی صحافتی کی راہ کھل سکتا ہے جو الکٹرانک صحافت کے لوگ سے واقف ہو۔ اس حقیقت کو اردو یونیورسٹی کے طلباء اس کیمپس اینڈ جرنلزم کے ساتھ بھی محسوس کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں طلباء کو صحافتی تعلیم کے علاوہ سماجی میں عملی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ صدر شعبہ کی جانب سے اپنے سماجی صحافتی طلباء کو اظہار خیال اور خطاب کرنے کے لیے موقع دیا جاتا ہے۔ سال رواں میں 28 فروری اور یکم مارچ کو صدر شعبہ ہی متعلقہ کے تحت الکٹرانک میڈیا صحافت سے دو روزہ

صحافی جناب افس الرحمن سینئر نیوز پروڈیوسر ETV Urdu اور جناب مطیع اللہ نیوز اینکر ساکشی ٹی وی کا موقع کیا تھا۔ انہوں نے نہ صرف اپنے علمی تجربے سے طلباء کو روشناس کرایا بلکہ انہوں نے الکٹرانک میڈیا میں صحافت میں کامیاب ہونے والی کامیابیوں اور مشکلات سے بھی آگاہ کیا۔ افس الرحمن نے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صحافتی میدان میں کامیاب صحافت کے لیے ہر فرد کی ڈگری کے علاوہ جوش اور خلوص کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کے اندر کچھ کر گذرنے کا جوش جذبہ اور اعتماد ہے تو آپ کے سامنے زبان اور ہنر کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے۔ طلباء کو چاہیے کہ پہلے سے طے کرے کہ وہ الکٹرانک صحافت کی کس بیٹ (beat) یا ورک ایک پروگرام کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور اسی کی مطابق تیاری کریں۔

وہ مل ہی گیا، جس کی تلاش تھی

عبدالقادر صدیقی

شہر حیدرآباد کے اردو قارئین ایوا کمل کے نام سے بخوبی واقف ہیں گے۔ گذشتہ چند برسوں سے ایوا کمل روزنامہ منصف کی شان اور پہچان بنے ہوئے ہیں۔ روزنامہ منصف میں روزانہ شائع ہونے والی "ایوا کمل کی خصوصی رپورٹ" نے صرف منصف کو بلکہ اردو صحافت کو ایک نئی پہچان دی ہے۔ ایوا کمل کی خصوصی رپورٹ اردو قارئین میں بھی مقبول ہے۔ ایوا کمل کی ذاتی زندگی اور قارئین کے لیے ایک نئی چیز ہے۔ ایوا کمل اور قارئین کے لیے ایک راز ہے۔ ایک تجسس ہے لیکن آج ہم آپ کے تجسس کو ختم کر کے ایوا کمل کے راز کو آپ کے سامنے افشاں کر رہے ہیں۔ صحافت اگر ہمیں ہے تو اس جنون کا نام ہے ایوا کمل ہے۔ ایوا کمل سے ہم سب کی یہ پہلی ملاقات 28 فروری 2011 کو حیدرآباد میں ہوئی۔ وہ ہے صدر محمد مصطفیٰ علی سروری نے ان کو ہم طلباء سے ملاقات اور تبادلہ خیال کے لیے مدعو کیا تھا۔ وہ اپنی ملاقات میں ہمیں اپنی صحافتی زندگی کے متعلق بتا رہے تھے اور ہم آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

ایوا کمل کا اصل نام ایم۔ اے مجید ہے۔ ایوا کمل ان کے بیٹے کا نام ہے۔ جس کی وجہ سے ایوا کمل ان کی کنیت ہے۔ وہ اپنا نام سے اپنی پہلے ہی لکھتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایوا کمل ایک فلسطینی شہید فدائین کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ آپ کو یہاں کر حیرت ہوگی کہ ایوا کمل نے باضابطہ صحافت کی صحافتی کورس نہیں کیا ہے۔ چار سال قبل تک وہ کسی صحافتی تجربے سے نہ تھے۔ ایوا کمل کے مطابق وہ صحافت کو بالکل شوق کے طور کے بامعنی سے جوڑ رہے تھے۔ ایوا کمل کے مطابق وہ صحافت کو Hero Cycle کے ایک بڑے ذریعہ ہے۔ انہیں پہلے سے صحافت کا تجربہ نہیں تھا لیکن عدت عقل اور اصلاح معاشرہ کی فکر میں ہی سے تھی۔ سکی وجہ تھی کہ وہ صحافت میں قدم رکھنے سے قبل بھی معاشی پیشہ کر بنا چکے تھے۔ انہوں نے سائکل کی تجارت صرف ایک سائکل کی ایک وارداتہ سے کی جب وہ دوسرے تجربے کے تو انہوں نے اپنا ایک دوست کے ساتھ ایک اسکول قائم کیا جو اب (Slum) کالونی میں انہوں نے مفت ٹیوشن سنٹر کھولا اور مسلم لوجنی اظہار کو ٹیوشن دینا شروع کیا۔ اس کالونی کی مفت فری کلاسز دی جانے لگی۔

ان کے اسی خدمت خلق کے جذبے نے ان کو صحافت کی دہلیز تک لے پہنچا دیا۔ میدان صحافت میں ان کی آمد ایک اتفاقی طور پر ہے۔ ان کے مطابق ان 2007 میں جب روزنامہ سیاست، منصف اور سیاست کے لوگ نے اوقاف کی جائیداد جانے کی مہم چلائی تو انہوں نے اس مہم میں اپنا طور حصہ لیتے ہوئے ایک تجزیہ کرتے ہوئے اوقاف پر لکھا یا اس کا روزنامہ منصف نے چھاپ دیا پھر ان کی ملاقات روزنامہ منصف کے چیف ایڈیٹر خان عبداللطیف خان سے ہوئی۔ اور یہیں سے ان کی صحافتی زندگی کی شروعات ہوئی۔ ایوا کمل کے مطابق حیدرآباد کی ایک کوئی بھی ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس سے ان کی مکمل واقفیت نہ ہو انہوں نے بتایا کہ حیدرآباد کا کوئی ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس سے وہ واقف نہ ہوں۔ روزنامہ منصف میں روزانہ شائع ہونے والی "ایوا کمل کی خصوصی رپورٹ" نے صرف منصف کو بلکہ اردو صحافت کو ایک نئی پہچان دی ہے۔ ایوا کمل کی خصوصی رپورٹ اردو قارئین میں بھی مقبول ہے۔ ایوا کمل کی ذاتی زندگی اور قارئین کے لیے ایک نئی چیز ہے۔ ایوا کمل اور قارئین کے لیے ایک راز ہے۔ ایک تجسس ہے لیکن آج ہم آپ کے تجسس کو ختم کر کے ایوا کمل کے راز کو آپ کے سامنے افشاں کر رہے ہیں۔ صحافت اگر ہمیں ہے تو اس جنون کا نام ہے ایوا کمل ہے۔ ایوا کمل سے ہم سب کی یہ پہلی ملاقات 28 فروری 2011 کو حیدرآباد میں ہوئی۔ وہ ہے صدر محمد مصطفیٰ علی سروری نے ان کو ہم طلباء سے ملاقات اور تبادلہ خیال کے لیے مدعو کیا تھا۔ وہ اپنی ملاقات میں ہمیں اپنی صحافتی زندگی کے متعلق بتا رہے تھے اور ہم آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

ایوا کمل کا اصل نام ایم۔ اے مجید ہے۔ ایوا کمل ان کے بیٹے کا نام ہے۔ جس کی وجہ سے ایوا کمل ان کی کنیت ہے۔ وہ اپنا نام سے اپنی پہلے ہی لکھتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایوا کمل ایک فلسطینی شہید فدائین کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ آپ کو یہاں کر حیرت ہوگی کہ ایوا کمل نے باضابطہ صحافت کی صحافتی کورس نہیں کیا ہے۔ چار سال قبل تک وہ کسی صحافتی تجربے سے نہ تھے۔ ایوا کمل کے مطابق وہ صحافت کو بالکل شوق کے طور کے بامعنی سے جوڑ رہے تھے۔ ایوا کمل کے مطابق وہ صحافت کو Hero Cycle کے ایک بڑے ذریعہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایوا کمل ایک فلسطینی شہید فدائین کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ آپ کو یہاں کر حیرت ہوگی کہ ایوا کمل نے باضابطہ صحافت کی صحافتی کورس نہیں کیا ہے۔ چار سال قبل تک وہ کسی صحافتی تجربے سے نہ

بوائز ہاسٹل کی زندگی

محمد عامر بدر

ہاسٹل میں گذارا ہوا وقت کسی انسان یا طالب علم کی زندگی کا وہ سرمایہ ہوتا ہے جسے وہ ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ ہاسٹل میں گذارے ہوئے شب و روز اسے ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ کئی یادگار واقعات، لمحات، تجربات کسی ہاسٹل کی زندگی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مدینہ ہاسٹل میں ہاسٹل کی زندگی طلبہ کے لیے نامانوس ہوتی ہے جسے وہ گذارتا رہتا ہے۔ اسے کہیں آنے جانے، کھانے، سونے، جاگنے، مرضی کے مطابق ہونے اور پڑھنے کی آزادی صرف ہاسٹل میں نصیب ہوتی ہے جاگتا کہ بعض ہاسٹل کی زندگی آزادی کے برخلاف قید بامشقت کی زندگی پر محیط ہوتی ہے جہاں زندگی ہے جاہلیت کے نام پر محض کھری ہوتی ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جب انسان سوچتا، لکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی آزادی ہونی چاہیے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اسے صحیح راستے کے حدود کی راہ معلوم ہو، آزادی نصیب ہو۔

اب بات ہوگی "ہاسٹل" یا ہاسٹل کی یہاں لگ بھگ 250 طلبہ قیام کرتے ہیں۔ ہاسٹل میں ایک کمرہ تین (3) طالب علموں کی رہائش کے لیے بنایا گیا ہے لیکن گذشتہ سال ہاسٹل کی کمی کی وجہ سے ایک کمرے میں چار (4) طلبہ کو قیام کرنا پڑا تھا۔ تجربہ جس طرح جہاں کہیں بھی ہوتا ہے شروع کرتا ہے تو پہلے تین باتوں کا تعاون کرتا ہے یعنی رہائی، کپڑا اور کھانا۔

مکان کی تفصیل تو میں نے بیان کر دی اب آیے روٹی یعنی کھانے کی طرف تو ہاسٹل میں ہی Mess موجود ہے جہاں اسی ہاسٹل میں کام کرنے والے طلبہ کا کھانا ہوتا ہے۔ Mess کے بھی کئی کارنامے ہیں جن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہوگی کہ Mess کی فیس ہاسٹل کی فیس کے ساتھ ہی لی جاتی ہے لیکن کھانا صرف ایک وقت کا ہوتا ہے۔ Mess کی فیس 1300 سے 1400 روپے ماہانہ ہے۔ لیکن دوسری طرف گرلز ہاسٹل میں 800 روپے ماہانہ لگتا ہے۔

دوسرے میں تو کھانا صاف اور مکان میں ایسا کھلا کہ اصل باتیں تو بھول ہی گئیں۔ ہاسٹل میں بڑا ہونے کی بنا پر سے ہی محسوس ہے یا پھر صفائی کرنے والے کے دروازے پر رہنی کی رنگت سے۔ جو کمرے کی صفائی کرنے آتی ہیں ان میں سے بیشتر بنگلہ کے علاوہ دوسری زبان سے تعلق رکھتی ہیں جو تجربہ بنگلہ میں کوا اس وقت کافی پریشانی ہوتی ہے۔ جب کوئی بات کہنی ہو یا کچھ پوچھنا ہو تو صرف اشارے کرتی ہیں اور پھر بنگلہ میں کچھ کہہ کر چلی جاتی ہیں اس وقت خود کو اور آپ کو بے حد بے بس محسوس کرتا ہے۔ کوئی تصور میں اپنے کسی لوگ ہی ہوں اپنی راتیں چاندنی پر گذارتے ہیں۔ اسے بھولنا بھی ہے تو یہ کہنیاں جب چھوٹ اور بھولنا چاہتے ہیں تو آخر یہ کام کیوں نہ ہو۔ اس لئے راتیں بھر اپنے رشتے کو مضبوط کرنے اور لے لئے رشتے بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی ہے۔ بعض تو خود کو Balance ختم کرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے دوست کا بھی موبائل رابطی کا سہارا لے کر لگتے ہیں اور اندازہ مرتب کیا جاتا ہے۔ پھر تصویر کا ایک رخ ہے اگر دوسری طرف دیکھیں تو کچھ اپنے کمرے میں تنہائیوں کے ساتھ گزرتے اور کچھ رنگ رہم میں حواس کے لئے سمندر میں کچھ غوطے لگاتے ہیں۔

اتفاقاً اگر کبھی رات کے وقت بجلی چلی تو پھر تو ہی سب طرح طرح کی دور دور سے آوازیں ہاسٹل کی صدا بن کر سنائی دیں۔ اگر آپ کسی سے ذکر کرنے کا وعدہ کریں تو ایک روز کی بات بتاؤں کہ میں نے بھی ایک دوپہر شمل کی بات اپنے دوستوں کو بتائی تھی جو اب تک راز ہے۔ اگر آپ کو اطلاع کرنے کیلئے ادھر سے کافی وعدہ لیا جائے تو ایک خاص وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں جب میں کسی کو پکارنے کی کوشش کرتا ہوں تو میری آواز دو رنگ نہیں جاتی ہے بلکہ گلے میں گھٹ جاتی ہے۔

اب تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں ہاسٹل کی زندگی کیسی گذر رہی ہے۔ یہاں ایک خاص بات تو رہ ہی گئی۔ جب آپ کسی کمرے میں دوستوں کے ساتھ یا پھر تنہا رہتے ہوں تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کبھی جب شمل خانہ یا کسی اور کمرے کی چابی ساتھ رکھیں یا روم میٹ کو بتا کر جائیں کہ روم بند کر کے ایسا اسلئے کہ آپ شمل کرنے جا رہے ہیں اور اسکے بعد آپ کلاس جانا ہو یا پھر آپ شمل کر کے آتے ہیں تو روم کو بند کر کے دیا ہو تو کہیں جا سکتے ہیں کیونکہ سارا سامان روم کے اندر بند ہے تبھی کہ موبائل بھی جس کے ذریعہ کسی کو فون کر کے بلایا جاتا ہے اس وقت اس انسان کی ذاتی حالت کیا ہوگی اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔

کمرے میں انٹرنیٹ، ٹیلیفون کی سہولت نہیں ہے لیکن آپکی اہمیت اور کمی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ضرورت کے وقت آپ Common Toilet کا استعمال کرتے ہیں اور کبھی دروازے بند ہوتے ہیں۔ 5-4-2 منٹ تو کوئی برداشت کر سکتا ہے لیکن 20-20 منٹ دوسروں کا انتظار نہیں برداشت کیا جا سکتا ہے۔

خیر اسمیں تو ہر جگہ کا یہی حال پڑتا ہے چاہے وہ ٹوئٹ ہو، شمل خانہ ہو، Mess ہو، چک ہو یا پھر کوئی لیکن "Mess" کا شمل مردوں کی صدا ہی حاصل کر کے رہتا ہے کہ کام کال ہی لیتی ہے۔ اسے دیکھنے ثابت میں باہر نکل رہا تھا اور ہاسٹل سے باہر جانا کیا تھی خیر کبھی اب بات ہو جائے یہاں رہنے والے سٹیکوں کی لڑکے عادت ہو گئی اور کہا بات کی جانے رنگ شمل کی تو یہاں اور لائٹ۔ شمل رنگ کے انسان پالنے جاتے ہیں۔ کالی، ذہنی اور خلق پسند لوگ بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جن میں سے کسی کا شوق رہنے کے دوا تک پہنچ گئے ٹی وی دیکھنا ہے تو کوئی اپنے لیپ ٹاپ اور کمپیوٹر میں لگا ہوا نظر آتا ہے۔

ہاسٹل میں ہفتے کے گذرنے کا احساس ہمیں تبھی ہوتا ہے جب ہم میس میں ایک کوئی نہ کوئی کام ہوتا ہے۔ مثلاً ناشتہ صبح 8 بجے ہوتا ہے۔ یہ بڑی ہی اذیت کی کا وقت ہوتا ہے۔ صبح اٹھنے کی ابتدا، وضو، ناشتہ کرنا، بیس آکر کپڑے Iron کرنا، بالوں کو سنوارنا، رہنمائی کے مطابق کتابیں کو رکھنا اور جلدی جلدی ڈھائی منٹ جانا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوپہر کے 2 تا 5 بجے طالبات اپنے اپنے کمرے میں یا کلاس روم میں ہوتی ہیں۔ اس درمیان میں 30:2 تا 30:1 بجے دن کھانا کے درمیان کھانے کی میز پر ناشتہ ہوتی ہے۔ دوپہر lunch کھانے کے ساتھ ساتھ کلاس اور پڑھائی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد پڑھائی کی جاتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد رات کو آتی ہے۔ کوئی تصور میں اپنے کسی لوگ ہی ہوں تو راتیں چاندنی پر گذارتے ہیں۔ اسے بھولنا بھی ہے تو یہ کہنیاں جب چھوٹ اور بھولنا چاہتے ہیں تو آخر یہ کام کیوں نہ ہو۔ اس لئے راتیں بھر اپنے رشتے کو مضبوط کرنے اور لے لئے رشتے بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی ہے۔ بعض تو خود کو Balance ختم کرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے دوست کا بھی موبائل رابطی کا سہارا لے کر لگتے ہیں اور اندازہ مرتب کیا جاتا ہے۔ پھر تصویر کا ایک رخ ہے اگر دوسری طرف دیکھیں تو کچھ اپنے کمرے میں تنہائیوں کے ساتھ گزرتے اور کچھ رنگ رہم میں حواس کے لئے سمندر میں کچھ غوطے لگاتے ہیں۔

اتفاقاً اگر کبھی رات کے وقت بجلی چلی تو پھر تو ہی سب طرح طرح کی دور دور سے آوازیں ہاسٹل کی صدا بن کر سنائی دیں۔ اگر آپ کسی سے ذکر کرنے کا وعدہ کریں تو ایک روز کی بات بتاؤں کہ میں نے بھی ایک دوپہر شمل کی بات اپنے دوستوں کو بتائی تھی جو اب تک راز ہے۔ اگر آپ کو اطلاع کرنے کیلئے ادھر سے کافی وعدہ لیا جائے تو ایک خاص وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں جب میں کسی کو پکارنے کی کوشش کرتا ہوں تو میری آواز دو رنگ نہیں جاتی ہے بلکہ گلے میں گھٹ جاتی ہے۔

اب تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں ہاسٹل کی زندگی کیسی گذر رہی ہے۔ یہاں ایک خاص بات تو رہ ہی گئی۔ جب آپ کسی کمرے میں دوستوں کے ساتھ یا پھر تنہا رہتے ہوں تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کبھی جب شمل خانہ یا کسی اور کمرے کی چابی ساتھ رکھیں یا روم میٹ کو بتا کر جائیں کہ روم بند کر کے ایسا اسلئے کہ آپ شمل کرنے جا رہے ہیں اور اسکے بعد آپ کلاس جانا ہو یا پھر آپ شمل کر کے آتے ہیں تو روم کو بند کر کے دیا ہو تو کہیں جا سکتے ہیں کیونکہ سارا سامان روم کے اندر بند ہے تبھی کہ موبائل بھی جس کے ذریعہ کسی کو فون کر کے بلایا جاتا ہے اس وقت اس انسان کی ذاتی حالت کیا ہوگی اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔

گرلز ہاسٹل کی زندگی کی ایک جھلک

سعدیہ شاہ نوین

طالب علمی کا زمانہ انسانی زندگی میں موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔ جس میں رنگ برنگ پھول کھلتے ہیں۔ طالب علمی کی زندگی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہوتی ہے۔ زمانہ طالب علمی موسم بہار کی طرح ہی اختتم ہوتا ہے۔ لیکن اس کی کئی یادیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ ایک سرائے کی طرح ہاسٹل کی زندگی بھی پر لطف شاندار ہوتی ہے۔ اتنی ہی یادگار ہوتی ہے۔ ہاسٹل میں طالب علم اپنی مرضی کے مالک ہوتے ہیں۔ سونا، جاگنا، کھانا، پڑھنا، گھومنا، دوستی کرنا، پارٹی، رنگ تک سب کچھ اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ ہاسٹل میں مختلف تہذیب، ادب، ثقافت اور مذہب سے تعلق رکھنے والی طالبات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ عادات، عادات کی زبانوں اور رنگوں سے ساتھ پتا چلتا ہے۔ جو طبیعت کو خوشگوار بنا دیتا ہے۔ آج میں آپ کو لے کر گرلز ہاسٹل (موجودہ آزاد کالج اور یونیورسٹی جیسا بنا) زندگی کی ایک جھلک دکھاتی ہوں۔

MANUU گرلز ہاسٹل میں رہنے والی طالبات کا تعلق اور سیاق کی مختلف ریاستوں سے ہے۔ یہاں زبان اپنے زبان اور لباس سے اپنے اپنے صوبوں کی اور تہذیب کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہیں۔ ہاسٹل ایک ایسے جاگن کی طرح ہے جس میں مختلف تہذیبوں، ثقافت کے پھول کھلتے ہیں۔ اب ہم میس (Mess) میں کھانے کی میز پر اور حاضری حال میں attendence کے لیے حاضر ہوتے ہیں تو اسوقت تہذیبوں کے اس چمن کا الگ ہی نظارہ ہوتا ہے۔ (زبان، دیہاتی اور دیگر بھی سمجھ آتا ہے لیکن چہرے کی مسکراہٹ سے تجربہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو Hi! How are you کہہ کر اور I am fine کا جواب دے کر دلی بات سے احساسات کی ترسیل ہوتی ہوتی ہے۔

ہاسٹل میں ہفتے کے گذرنے کا احساس ہمیں تبھی ہوتا ہے جب ہم میس میں مختلف کوئی نہ کوئی کام ہوتا ہے۔ مثلاً ناشتہ صبح 8 بجے ہوتا ہے۔ یہ بڑی ہی اذیت کی کا وقت ہوتا ہے۔ صبح اٹھنے کی ابتدا، وضو، ناشتہ کرنا، بیس آکر کپڑے Iron کرنا، بالوں کو سنوارنا، رہنمائی کے مطابق کتابیں کو رکھنا اور جلدی جلدی ڈھائی منٹ جانا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوپہر کے 2 تا 5 بجے طالبات اپنے اپنے کمرے میں یا کلاس روم میں ہوتی ہیں۔ اس درمیان میں 30:2 تا 30:1 بجے دن کھانا کے درمیان کھانے کی میز پر ناشتہ ہوتی ہوتی ہے۔ دوپہر lunch کھانے کے ساتھ ساتھ کلاس اور پڑھائی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد پڑھائی کی جاتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد رات کو آتی ہے۔ کوئی تصور میں اپنے کسی لوگ ہی ہوں تو راتیں چاندنی پر گذارتے ہیں۔ اسے بھولنا بھی ہے تو یہ کہنیاں جب چھوٹ اور بھولنا چاہتے ہیں تو آخر یہ کام کیوں نہ ہو۔ اس لئے راتیں بھر اپنے رشتے کو مضبوط کرنے اور لے لئے رشتے بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی ہے۔ بعض تو خود کو Balance ختم کرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے دوست کا بھی موبائل رابطی کا سہارا لے کر لگتے ہیں اور اندازہ مرتب کیا جاتا ہے۔ پھر تصویر کا ایک رخ ہے اگر دوسری طرف دیکھیں تو کچھ اپنے کمرے میں تنہائیوں کے ساتھ گزرتے اور کچھ رنگ رہم میں حواس کے لئے سمندر میں کچھ غوطے لگاتے ہیں۔

اتفاقاً اگر کبھی رات کے وقت بجلی چلی تو پھر تو ہی سب طرح طرح کی دور دور سے آوازیں ہاسٹل کی صدا بن کر سنائی دیں۔ اگر آپ کسی سے ذکر کرنے کا وعدہ کریں تو ایک روز کی بات بتاؤں کہ میں نے بھی ایک دوپہر شمل کی بات اپنے دوستوں کو بتائی تھی جو اب تک راز ہے۔ اگر آپ کو اطلاع کرنے کیلئے ادھر سے کافی وعدہ لیا جائے تو ایک خاص وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں جب میں کسی کو پکارنے کی کوشش کرتا ہوں تو میری آواز دو رنگ نہیں جاتی ہے بلکہ گلے میں گھٹ جاتی ہے۔

اب تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں ہاسٹل کی زندگی کیسی گذر رہی ہے۔ یہاں ایک خاص بات تو رہ ہی گئی۔ جب آپ کسی کمرے میں دوستوں کے ساتھ یا پھر تنہا رہتے ہوں تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کبھی جب شمل خانہ یا کسی اور کمرے کی چابی ساتھ رکھیں یا روم میٹ کو بتا کر جائیں کہ روم بند کر کے ایسا اسلئے کہ آپ شمل کرنے جا رہے ہیں اور اسکے بعد آپ کلاس جانا ہو یا پھر آپ شمل کر کے آتے ہیں تو روم کو بند کر کے دیا ہو تو کہیں جا سکتے ہیں کیونکہ سارا سامان روم کے اندر بند ہے تبھی کہ موبائل بھی جس کے ذریعہ کسی کو فون کر کے بلایا جاتا ہے اس وقت اس انسان کی ذاتی حالت کیا ہوگی اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔

شام کے بعد جب رات آتی ہے تو تمام لڑکیاں TV روم میں چلی جاتی ہیں اور کچھ اپنے اپنے کمروں میں پڑھنے چلی جاتی ہیں۔ ہاسٹل کے ہاسٹل میں سب لائٹ رات کے کھانے کے بعد فارغ ہو جاتے ہیں۔ لڑکے ایک بار پھر باہر اکٹھا ہوتے ہیں۔ لڑکے دوبارہ الگ الگ قسم کا ہوتا ہے۔ لڑکے دوبارہ گپ شپ اور ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں۔ لڑکے فارغ ہو کر کچھ لڑکیاں TV روم کی جانب چل پڑتی ہیں۔ کچھ کمرہ نمبر میں بیٹھ کر گپ شپ کرنے چلی جاتی ہیں۔ TV روم کا منظر بڑا ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم سب اسکول یا پھر کالج کی کلاس میں ہوں۔ یہاں کوئی کسی کی نہیں سنتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں ریموٹ ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت اس وقت ہیکٹر جیسا کردار جیسی ہوتی ہے۔ تمام ٹی وی چینلز ایک ایک کر کے فرمائش کرتی ہیں۔ کوئی بریکنگ کی درخواست کرتی ہے۔ کوئی میوزک کا گانے کی فرمائش کرتی ہے تو کوئی بالی ووڈ فلم کا گانے کی بات کرتی ہے۔ کوئی بالکل ہی بالکل کی بات کرتی ہے۔ آخر یہاں بھی جمہوری نظام چلتی اکثریت کی رائے کا خیال رکھتے ہوئے پھر کسی فلم لگائی جاتی ہے۔

ہاسٹل میں پڑھائی کا معمول ادھر 8 بجے صبح 8 بجے ہوتا ہے۔ اس درمیان تمام لڑکیاں اپنے اپنے کمرے میں پڑھائی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رات دیر تک جاگنے کے سبب صبح آٹھ بجے کی دیر سے کھلتی ہے۔ چلیے کو پھر تمام لڑکیاں آٹھ بجے سے کھل جاتی ہیں۔ 30:8 بجے تک تمام طالبات اور اسٹاف سے فارغ ہو کر کلاس کو نکل پڑتی ہیں۔ مگر میں تمام آدمیوں کے باوجود منظر بھی بدل جاتی ہیں۔

وقت پر ہاسٹل میں حاضر ہونا ہو تو اگر کسی وجہ سے کسی لیٹ ہو گئے تو وارڈن گیٹ پر رک رہتا ہے۔ جب وارڈن کی اجازت ہوتی ہے تو ہی ہم وارڈن کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ ہم جب بھی باہر جاتے ہیں ہمیں وارڈن کے پاس address اور signature کرنے کی ہوتا ہے۔ بولی اور زبان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کچھ تیلگو، کچھ ہندی، کچھ انگلش، کچھ کنڑی اور کچھ ہندی مراٹھی ہوتی ہے۔ انگلش سمجھ میں جب ہم آپس کی بات کرتی ہیں تو ہماری انگلش سمجھ لیتی ہیں۔ مگر جب لڑکیاں تیلگو میں آپس میں بات کرتے لگتی ہیں تو کچھ کچھ سمجھ میں آتا ہے۔

اسی طرح کھانے کا بھی الگ مسئلہ ہے۔ جیسے ساتھ میں کھانا جیسا پسند کیا جاتا ہے۔ (انڈا، دال وغیرہ) جبکہ اس کا تصور دیگر صوبوں میں بے ہی نہیں۔ جس کے سبب دیگر ریاستوں سے تعلق والی لڑکیوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ صرف یہی نہیں ہمیں ہر موسم میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اچانک کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آتا ہے یا کوئی مسئلہ ہم سبھی ایک جٹ ہو کر پریشانیوں کا حل حال کر لیتے ہیں۔ ان تمام سوال میں ایک بڑا ہی اہم مسئلہ گھر والوں کی یاد ہے۔ جو صبح شام ستاتی رہتی ہے۔ ہماری خواہش صرف یہ ہے کہ ہم اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے مستقبل کے لیے گھر سے باہر رہ رہے ہیں اور الگ قسم کے تجربات حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں اس کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیے اور تمام پریشانیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہمیں دن رات ایک ہونا ہوگا۔ اس طرح کی طرح

موسم ختم ہونے والی ہے بارش ہوگئی
کتنے طوفان پلٹ دیتے ہے ساحل تنہا

نظم

سعیدہ عرفانہ فاضلہ

ہوا گئی، سانسوں کی اٹھائی ہے
تم سے ہماری محبت نے دل
پہلو بدلنے کا
آج کی رات
اس بھولی پری میں آکر
یہاں
جہاں
جہاں کی زبان کو ہوا
بھلا ہے۔

اُردو یونیورسٹی کے طلباء میں انگریزی اخبارات مقبول

محمد اشرف علی

حیدرآباد کی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا قیام اس مقصد کے تحت کیا گیا ہے کہ اس سے اردو زبان اور ادب کی ترقی ہو سکے۔ مقصد اور ہدف کے تحت یہ تجربہ کرنا ہے کہ اردو یونیورسٹی طلبہ جو پڑھتے ہیں اردو زبان میں ہی پڑھتے ہیں۔

یونیورسٹی میں طلبہ کی ہاسٹل میں تقریباً 300 طلبہ ہیں جو مختلف ریاستوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان طلبہ کے لئے ایک خصوصی سروے کیا گیا جس میں ان سے دریافت کیا گیا کہ ان طلبہ کے نزدیک اخباروں کی کیا اہمیت ہے اس سے یہ پوچھا گیا کہ اخبار کیوں پڑھتے ہیں، کونسے پڑھتے ہیں تو کیوں نہیں۔ یہاں پر اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی اخباروں کے اخبار بھی انگریزی اور ہندی اخبار بھی شامل ہیں۔ اس کے بارے میں بھی معلومات کی گئی ہے۔ اس سروے میں کچھ چونکا دینے والے نتیجے بھی آئے۔ آیئے ہم بھی جنہوں کے بارے تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

اس سروے میں یہ بات صاف ابھر کر سامنے آئی کہ یہاں کے طلبہ اردو کے علاوہ انگریزی زبان اخباروں کو پڑھنا اور پسند کرتے ہیں یونیورسٹی کے پروفیشنل کورسس ہیں جن میں M.C.J., M.Ed, M.S.W., M.B.A. کے طلبہ انگریزی اخباروں کو اس لیے پڑھتے ہیں کہ ان کی انگریزی بہتر ہو سکے۔ اس سے ان کی Field میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اردو اور انگریزی کے طلبہ کی تعلق زبان سے اخبار پڑھتے ہیں۔

اس سروے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہاں کے طلبہ اردو کے علاوہ انگریزی زبان اخباروں کو پڑھنا اور پسند کرتے ہیں یونیورسٹی کے پروفیشنل کورسس ہیں جن میں M.C.J., M.Ed, M.S.W., M.B.A. کے طلبہ انگریزی اخباروں کو اس لیے پڑھتے ہیں کہ ان کی انگریزی بہتر ہو سکے۔ اس سے ان کی Field میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اردو اور انگریزی کے طلبہ کی تعلق زبان سے اخبار پڑھتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ہاسٹل انتظامیہ کی طرف سے ہاسٹل میں اردو کے پانچ اخبار ہیں جن میں "سیاست"، "راشٹریہ سہارا"، "اعتماد"، "منصف"، "روزنامہ دکن" ہندی کے دو ہیں جن میں "قومی" اور "راشٹریہ سہارا" شامل ہیں۔ "اعتماد" انگریزی کے تین اخبار The The Times of India Hindu اور "دکن کرانیکل" منگوائے جاتے ہیں۔ یعنی کچھ بھی طور پر 10 اخبار منگوائے جاتے ہیں۔ ان ہاسٹل میں طلبہ کے زیر اثر اخبار کی طور پر بھی اخبار منگوائے جاتے ہیں۔ یا کہ یہ بات کہنے پر بہت ہی حد تک انگلش کا پڑھنا ہے۔ اس لئے کہ اس اردو یونیورسٹی ہاسٹل میں انگریزی زبان کے 35 اخبار منگوائے جاتے ہیں۔ جن میں The Hindu 15 اور Times of India کا اخبار اور 10 اخبار بھی کسی کسی طور پر 35 اخبار انگریزی کے آتے ہیں۔ وہی اردو کے صرف

سب سے زیادہ پڑھنے والے اخبار کون سے ہیں اس میں انگریزی اخبار ہیں یا اردو کی طرف سے اخبار ہیں جن میں اس ملک میں اردو کی طرف سے اخبار ہیں جن

حیدرآباد کی اردو صحافت

نسیم اشرف

مملکت آصفیہ کا شمار ہندوستان کی امیر ترین ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس ریاست کی سرحدیں ایک طرف مہاراشٹر اور دوسری طرف آندھرا پردیش سے ملتی ہیں۔ اس ریاست کی آبادی 2 کروڑ 80 لاکھ ہے۔ اس ریاست کی سرکاری زبان اردو ہے۔ اردو زبان کی ترقی کے لئے ریاست میں اردو اکیڈیمی، اردو یونیورسٹی، اردو ٹرسٹ، اردو ڈائرکٹوریٹ، اردو ٹیچرس ایسوسیشن، اردو ٹیچرس ٹریننگ کالج، اردو ٹیچرس ٹریننگ سنٹر، اردو ٹیچرس ایسوسیشن

3 idiots ایک جائزہ

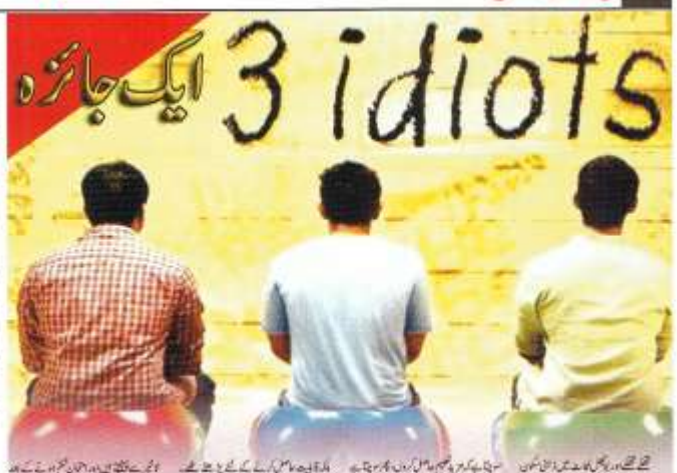

تھے تھے، اور بعض حالات میں ذاتی سکون کے لیے لوگوں کی تفریح اور معلومات کے کئی ذرائع ہیں جن میں ادب، داستان گوئی اور طویل تقریریں شامل تھیں۔

بھارتی سینما ہمیشہ اس کوشش میں رہا ہے کہ عام سے ہٹا جائے۔ اس نے بہت دور میں کئی قسم کی تہذیب کی نمائندگی کی ہے۔ اس کی مشہور فلمیں مغل اعظم، بلی بھوں، مغلِ اعظم، دل والے دلہنیا لے جائیں گے، ساتھ، اور ہم آپ کے ہیں کون؟ کے ساری دنیا میں بالی وڈ کی ایک جداگانہ پہچان بنائی۔

10-2009 کے فلموں کا جائزہ لیں تو اس دور کے فلمسازوں نے بالی وڈ کو چار مختلف انداز کی فلمیں دی ہیں جس میں زندگی کی حقیقی زندگی سے قریب تر ہونا نظر آتی ہیں۔ ایسے دور میں چند فلمیں بنی ہیں جو سماجی برائیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کی ہیں۔ انہیں میں سے ایک دوم دھماکہ چرچہ کے بعد سے فلم 3-Idiots ہے جو کہ ہمارے طالب علمی زندگی کو پیش کرتی ہے۔ فلم 3Idiots کے اہم کردار عامر خان ہے لیکن اس سے قبل سماج کے جیتے ہوئے سطور پر ایک فلم "ستیہ میو جیتے" بنائی تھی جو بر بوٹ کے میں نوجوانوں کی تعلیم کی طالب علمی تھی۔ اصل میں فلم 3 idiots کی طرح ہی لگی کہانی ہے۔ اس فلم میں طلبہ کی پاسل کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں "انسان کو وقت سے پہلے اور تقدیر سے زیادہ کچھ نہیں ملتا" اسی طرح ہر طالب علم اپنے سامنے مستقبل کے کئی راستوں کو دیکھتا ہے اور انہیں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے۔ بعد اس کے ذہن میں کئی سوالات ابھرتے رہتے ہیں کبھی

سوچتا ہے کہ جو چاہتا ہے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے کالجوں میں ریگ ماسٹر جاری کرنے کے علاوہ میں سماجی دباؤ شروع کر دیتا ہے۔ اس سے تعلیم کا تصور ہی بدل گیا ہے۔ اعلیٰ یا نیچی کی دوڑ میں دوستی اور یاری ختم ہو جاتی ہے۔ اس فلم کی خاصیت یہ ہے کہ اس نے انسانی کمزوریوں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اب امتحان میں دوست کا ہم ہونا نے تو دل کھیں بکتی ہے اور ہی دوست اول مقام پانے کی تکلیف ہی بڑھ جاتی ہے کہ دوستی اٹھانے لگتے ہیں۔ اس دور میں تعلیمی

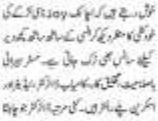

محمد عبداللہ عدنان
اظہار کے ادارتی شعبہ سے وابستہ ہیں

ماحول کیسا بن پاتا ہے۔ اگر یہ بات کی جائے اس فلم کے اہم کرداروں کے سوالات کی تو سب کھلے ہوئے تیسرے دوست کی حوال میں دونوں دوستوں کی بے چینی کا عالم بھرپور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کوئی چیز کر کے مجھ کرتا ہے تو کوئی بنا سوچے سمجھے دوسرے کو حوالے کر دیتا ہے۔ ہر حقیقت اس دور میں گھر کر رہے ہوتے دوستوں کو حوالی کر رہا ہے۔ اگر کوئی کے انکار سے اس کے گھر کا پتہ معلوم کر لیتے ہیں پھر "پیسہ" پیسے سے بھی بڑھ کر مدد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس فلم میں امتحان ہال کے منظر میں ایک بہت عمدہ سوال ہے۔ جب پورا کا امتحان ہال میں

Savings رکھنے والے کو ویٹ کے ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ذہنی کمزوریاں بھی ہیں جن میں سائنس کی تھیوریاں بھی شامل ہیں۔ مگر ہمیں یہ کتاب کا مطالعہ کرنے والے بھی کم ہیں کے لیے کام کرنے کے لیے ہیں۔

پوسٹ آفس کی دیگر تفصیلات پوسٹ آفس کی اشیاء کی مارکیٹ بہت بڑی ہے۔ پوسٹل اسٹامپس بالیہ 20000 سے 30000 کے درمیان فروخت ہوتے ہیں۔ اور پوسٹ کارڈ بالیہ 300 سے 400 کے درمیان فروخت کیے جاتے ہیں۔ اور لیٹر پوسٹ کی آمدنی بالیہ 1000 سے 1400 کے درمیان ہوتی ہے۔ اس طرح آمدنی کی آمدنی بھی بالیہ 950 سے 1000 کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

پوسٹ آفس کی ملازمات اس پوسٹ آفس میں کچھ ملازمات پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے عام طور پر دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ ملازمات یہ ہیں:

(۱) سب سے پہلی یہاں پوسٹ کی سہولت ہونے کے باوجود بھی کوئی اس سے استفادہ نہیں کر رہا ہے اگر ٹرک اس سے اچھی طرح مستفید ہوں تو پوسٹ آفس کو بھی اس کی وجہ سے فائدہ حاصل ہوگی۔ (۲) ایف آئی سسٹم پوسٹ آفس میں نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے پوسٹ آفس کا ایک حصہ ضائع ہو رہا ہے۔ (۳) کرنسی سسٹم بھی اس پوسٹ آفس میں نہیں ہے۔ اگر یہ ہوتا تو اسٹاف کی کٹوتی میں بڑھوتری ہوتی ہے۔ (۴) اسٹاف کا نقص ایک اہم تنظیم ہے جس کے تحت بالیہ اسٹاف کی کٹوتی میں تعیین ملازمین کے حساب سے اضافہ ہوتا ہے۔ (۵) تکنیکی پوسٹ آفس کے پوسٹ ماسٹر کا کہنا ہے کہ یہاں جو کارکردگی ہوتی ہے صرف اس کا اگر حساب کریں تو E D (extra department) کے لیے بھی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

کیمپس پوسٹ آفس

محمد طلحہ بشیر مسعود احمد

سوہاوا آزاد کشمیر اور دیگر یونیورسٹی کے خوبصورت کیمپس میں طلبہ کی سہولتوں کے لیے مختلف سفر کینٹین اور بینک کے علاوہ پوسٹ آفس بھی موجود ہے۔ موجودہ دور میں رابطہ رسائی کا ہی ذریعہ ہو جاتا کرتی ہے اس کے باوجود بھی پوسٹ آفس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور یونیورسٹی کیمپس کے پوسٹ آفس کا جائزہ لیتے ہیں۔

تاریخ: سوہاوا آزاد کشمیر اور دیگر یونیورسٹی کے خوبصورت کیمپس میں پوسٹ آفس کا قیام 12 نومبر 2007 کو عمل میں آیا اس کا رسم افتتاح اس وقت کی مرکزی وزیر مملکت برائے فروغ انسانی وسائل شریک اسٹاف پروفیسر کے ہاتھوں اور سوہاوا کیمپس کے طور پر یونیورسٹی کنٹرول برائے اعلیٰ تعلیم آزاد جموں و کشمیر کیمپس، پروفیسر کیمپس، پروفیسر کیمپس اور شریک اسٹاف کی موجودگی میں کیا گیا۔ اس تقریب کے اسٹیج کے طلباء میں پوسٹ آفس کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا گیا کہ اس کے ہمراہ طلباء کو اطلاع کی ترغیب دلائی تھی۔

اس پوسٹ آفس میں عام سہولتیں ایک مکمل پوسٹ آفس کی طرح پائی جاتی ہیں۔ جیسے کہ عام سٹامپس، پوسٹ کارڈ، لیٹر پوسٹ، رجسٹری، منی آرڈر وغیرہ کی سہولتیں۔

اور یونیورسٹی کے اس کیمپس پوسٹ آفس میں طلبہ کیلئے کوئی سہولت نہیں پایا جاتا ظاہر ہے اسٹاف کے لیے کہ اس کو سہولتیں پائی جاتی ہیں۔ اسٹاف کے لوگ اسٹاف کے لیے طلباء سے زیادہ طلباء کے لیے کام کرتے ہیں۔

پوسٹ آفس کی خاص سہولتیں اس پوسٹ آفس کی خاص سہولتیں یہ ہیں اس میں

پوسٹ آفس کا اسٹاف: اس پوسٹ آفس میں چار افراد کام کرتے ہیں ایک سب پوسٹ ماسٹر اس کا اسسٹنٹ اور دو کلرک یا پوسٹ مین ہیں جن کی تنخواہ سنٹرل گورنمنٹ کی جانب سے دی جاتی ہے۔ یہ GPO کے تحت کام کرتا ہے۔

چند تجاویز: سب سے پہلے پوسٹ آفس میں جن سہولتوں کی کمی پائی جاتی ہے جیسے کہ ای اور آر ای ویلیو ڈاکٹر سٹرل پوسٹ جن کو ہم کرتے ہیں اسٹاف کی مدد سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اسکے علاوہ پوسٹ آفس کی اچھی طرح تشہیر کی جانی چاہیے کیونکہ لوگوں کے فائدہ اٹھانے کا ایک سبب ہوا کرتا ہے بھی ہوتی ہے۔ اگر بھی طرح اسکی سہولیات ان کے سامنے آسانی کی تو وہ ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ اسکی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کیمپس میں ہر سیمسٹر یا سالانہ ہوتے رہتے ہیں تو وہاں پر پوسٹل سٹف پوسٹ آفس کے متعلق بتایا جائے اور کیمپس کے باہر کے طلباء کو بھی پمفلٹ اور بروشر دیے کر دیں۔ پوسٹ آفس کی تشہیر کی کوشش کی جائے۔ اگر اس طرح تشہیر جاری کی جائے تو پوسٹ آفس کو بھی فائدہ ہوگا۔

اُردو کے شیدائی اداکار
ٹام الٹر سے ایک ملاقات

محمد ناصر

اردو دنیا اور اردو سے پیار کرنے والے ٹام الٹر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ جسمانی ذہنی پاکیزگی کے گھر میں پلنے والے ٹام الٹر نے بالی وڈ کی مختلف فلموں اور سیریل میں اداکاری کی ہے۔ نیلی آنکھوں اور سرخ رنگت والے ٹام الٹر نے فلم "کرانتی" میں اگرچہ آنجہانی کا کردار ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ بے حد سے کئی فلم "مغلِ اعظم" کے کردار میں بھی اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ 1933 میں ہر دیال تھیل کی زندگی پر مبنی فلم "سردار" میں ہر دیال کا کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے 6 سال قبل کا پہلی بار رول ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار TV سیریل "انتہا" میں کیپٹن کا کردار ادا کیا تھا۔ حال ہی میں بالی وڈ میں بھی اداکاری کی ہے۔ انہوں نے فلم One night with king میں بھی اداکاری کی ہے۔

ڈرامہ "آدھا ادھورا" کھیل میں انہوں نے سعادت آزاد کا کردار ادا کیا ہے۔ گزشتہ سال "ہم آزاد" کے موقع پر سعادت آزاد کے کلام کے لئے ہوا تھا۔ اس موقع پر ٹیلی ویژن کے ضمیر تیل وغیرہ کے ساتھ ایک طویل گفتگو کی ایک ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے عملی زندگی کے تجربات اور دلچسپ باتوں سے لطف اندوز کیا۔ اس حسین موقع پر ٹام الٹر نے سب کے دلچسپ سوالات کیے جن کا جواب انہوں نے انتہائی خوبی کے ساتھ دیا۔ اس موقعے کے حوالات کو قارئین کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

سوال: آپ کے والد پاکستانی تھے اور انہوں نے آپ کو اداکاری کی جانب کیسے سمجھایا؟

ٹام الٹر: میرے والد میرے دوستی اور محبت کی کسی طاقت نہیں۔ انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ بعد میں بھی اپنے والد کو مجھ پر تھوپنا کی کوشش نہیں کی۔ مجھے اپنے والد پر فخر ہے۔

سوال: آپ کے بچپن کی یاد؟

ٹام الٹر: آزاد کی زبان اور ادب کی زبان نہیں ہے۔ میں نے آزاد ماحول میں آنکھیں کھولی۔ میرے والد کے پاس بہت اچھی لائبریری تھی اور کتابیں میں بھی تھی۔

سوال: آپ نے اردو زبان کب اور کہاں سیکھی؟

ٹام الٹر: میں نے اردو زبان چوتھا اور کھنا نے اسکول جوائن کر کے سیکھا۔ یہاں میری ملاقات ایک مسلم طالب علم رشید سے ہوئی جس سے میری دوستی ہوگئی۔ اردو کی مکالمے اور مضامین کو سمجھتے ہوئے میں نے لکھنا شروع کیا۔ اردو میں لکھنا سیکھا۔ پھر میں نے ساتھ سالوں تک جناب مشتاق یوسفی سے اردو زبان سیکھی۔ جناب مشتاق یوسفی خانیوال کے کارکن کے اعلیٰ اسٹاف تھے۔

سوال: موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے تھیٹر میں اردو کی بھاری کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔

ٹام الٹر: اس کے لیے ہمیں اردو زبان کو دوبارہ تعلیمی زبان بنانا ہوگا۔ اردو کی ترقی کے لیے ایک پل (bridge) ضروری ہے اور اس پل کو اور کرنے کے لیے دوبارہ تعلیمی ضروری ہے۔ آج تعلیمی زبان اردو کے بغیر ہے۔

سوال: بالی وڈ کی موجودہ صورتحال پر آپ کی کیا رائے ہے؟

ٹام الٹر: موجودہ دور میں بالی وڈ فلموں کی اسکرپٹ میں کوئی گہرائی اور گیرائی نہیں ہوتی ہے۔ آج کے فلمی کاموں میں بھی تعلیم اور تربیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے گانے ٹوٹل کی زبان پر نہیں چڑھتے۔ آخر کیوں؟ اچھے بھلے فلم "مسٹر اینڈ مسز" کی ہی مثال لے لیجئے۔ اس فلم کے اداکاروں کی زبان پر "بیٹھ جا" سے آگے ایک سطر بھی گانا زبان پر چڑھا ہے؟ 32 سال قبل میری ایک فلم میں جو اشعار استعمال کیے گئے تھے وہ آج بھی زبان پر ہیں۔

صبح نہ پھول کوئی میرے کام کا ہے
آپ پھول رکھنا میرے مزار پر
دو چار خاک پر فاتحہ کہہ گیا
اتنا ہے آسمان کا میرے غبار پر

سوال: سعادت آزاد کے بعد آزاد کے گوشہ زندگی کے کن پہلوؤں نے متاثر کیا اور کیوں؟

ٹام الٹر (ہنستے ہوئے): بہت اچھا سوال کیا آپ نے۔ سعادت آزاد پر پہلے تنقید اور تنقید تھی۔ اب تنقید اور ستائش تھی ہو گئی ہے۔ آزاد پانے کے بعد خوش تھے۔ مجھے بھی پانے کے بعد اپنا بچا ہے۔ پھر بیٹھ ہوئے کہ کہ یہ شاید آپ لوگوں کے لیے کہ آپ پانے پیش کریں، اور شراب نہیں پیتے تھے۔ میں بھی شراب نہیں پیتا ہوں۔ سعادت آزاد تھے مجھے بھی سعادت کرنے میں مزہ آتا ہے۔ آزاد کی طبیعت شاعرانہ تھی کرتے تھے۔ مجھے بھی ضرورت کے وقت یہ خوبی ذاتی اور تنقید کی ہوتا تھا۔

سوال: آزاد کی کوئی ذاتی خصوصیت جو آپ کی نظر میں اور دل سے جدا ہو۔

ٹام الٹر: آزاد کی ایڈیٹر ہوا کرتے تھے۔ ان کی نظریں ذاتی ایڈیٹر ہوا کرتی تھیں۔ جس میں دنیا کی ہی روشنی "سعد" بھی تھی۔ آسمان کی کی بلندی اور چاند کی روشنی تھی ظاہر ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی انکا ایک پارٹ کرتے ہوئے۔ تاریخ سعد 1947 سال ان کی تحریر ذاتی ایڈیٹر کا اہم حصہ ہے۔

سوال: آپ کی کوئی ذاتی ملاقات کا دوسرا سے جدا ہو۔

ٹام الٹر: میں موبائل فون استعمال کرتا ہوں کیونکہ یہ بھی سکون بھی لاتا ہے۔ میں نے گھر میں بس ایک لینڈ لائن فون رکھا ہے۔ میں Credit Card بھی بھی استعمال نہیں کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں سٹیک (Mc Donald) جیسے مقامات میں کھانا بالکل پسند نہیں کرتا ہوں۔

سوال: آپ فلم اور سٹیج سے دور رہتے ہیں۔ ٹام الٹر آپ دوبارہ اس طرف کا رخ کیوں نہیں کرتا؟ اور دوبارہ سے اس طرف کیوں نہیں؟

ٹام الٹر (ہنستے ہوئے): اصل میں، اپنا میں اکیلا کی تجربہ مثال ہے۔ یہاں مختلف قوم اور مذاہب کے رہنے والے لوگ ہیں۔ خاص کر آزاد اور اچھی ہے۔ یہاں سب کو برابری کا حق حاصل ہے۔ یہاں کی زندگی بالکل ایسے کا مثل ہو جاتی ہے۔ ہم ہندوستان میں بھی ہو جائیں گے۔

ایم سی سے سیمینار کے شرکا ڈاکٹر حیدر عادل، فاضل حسین پرویز، مجاہد ساجد، ایوب علی خان، عامر علی خان، وائس چانسلر کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہوئے۔

گروپ ایڈیٹر روزنامہ اعتبار سید اعزاز علی ایم سی سے اساتذہ و طلباء کے ساتھ گروپ فوٹو میں

پرو وائس چانسلر سابق صدر مخدوم ایوارڈ یافتہ عثمانیہ یونیورسٹی کی تہنیتی تقریب میں ڈین ایم سی سے پرو وائس چانسلر کی منی اور ایوارڈ یافتہ آف مخدوم مانو

آزاد سے تقاریب کے دوران انعام اول پانے والے صفدر یہ گرلز ہائی اسکول کے طلبا اپنے صدر مدرس کے ساتھ

مولانا آزاد کے لکھے مکتوب بنام صفدر جاوید مرزا کی تحقیق وائس چانسلر پرو وائس چانسلر محمد میاں کو صدر مدرس نے پیش کیا

مانو ہال اسکول حیدرآباد کی طالبات گلوبل پروگرام میں قومی پیش کرتی ہوئی۔

اکبر پاشاہ سینئر پروڈیوسر ساتھی ٹی وی ایم سی سے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے۔

سائیکی ٹی وی کے اینکر اور اردو کے انچارج صفیر احمد طلبا کو خطاب کرتے ہوئے۔

ریاض احمد سینئر صحافی روزنامہ "منصف" طلبا کی کونسلنگ کرتے ہوئے۔

ایم سی سے سال اول کی طالبات الحسین کو ڈاکٹر نارائن ریڈی بہترین نیوز اینکر کا ایوارڈ دیتے ہوئے۔

ایس احمد ای ٹی وی اردو اور ایوارڈ یافتہ منصف ایم سی سے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے۔

فائنل ایئر ایم سی ای ٹی وی اردو ایم سی سے طلبا کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہوئے۔

اظہار (ایم جرنل)

جو تلنگانہ کے طلباء، صحافیوں اور اخبار

گران ایڈیٹر : محمد مصطفیٰ علی سروری

چیف آرٹ ایڈیٹر ڈیزائن : محمد ارشاد سہیل

: ایڈیٹوریل ٹیم :

محمد نظام الدین، سلمیٰ عرفات فاطمہ، عبداللہ مدثر، عبدالقادر صدیقی، احتشام الحق، محمد مظفر، فرید احمد، محمد اکبر، عبدالقادر، سیدہ خاتون، محمد اکبر علی، محمد عامر بدر، نسیم اشرف، محمد طلحہ بشیر، محمد مسعود احمد، محمد ناصر، محمد آدم

15 فروری 2011 کو احتشام عید میلاد النبی ﷺ کا مانو میں بڑے پیمانے پر اہتمام عمل میں آیا جس میں چلنے کے بعد اساتذہ و غیر تدریسی عملہ اور تمام طلباء برادری کے لئے طعام کا اہتمام کیا گیا تھا۔